حضرت شیخ الحدیثؒ

اور

ان کی فقہی خدمات

جناب مولانا عبدالقدوس رومی
(مفتی شہر آگرہ)

استاذ العلماء استاذ محترم حضرت مولانا محمد زکریا صاحب (شیخ الحدیث) علیہ الرحمہ جن کی ولادت ۱۱؍رمضان المبارک کو ضلع مظفر نگر کے مردم خیز و مشہور قصبہ کاندھلہ میں ہوئی اور حفظ قرآن مجید کے بعد چودہ سال کی عمر میں مدرسہ مظاہر علوم میں داخل ہوئے، داخلہ سے پہلے ابتدائی کتابیں اپنے عم محترم حضرت مولانا محمد الیاس صاحب علیہ الرحمہ سے پڑھ چکے تھے۔

۱۳۲۹ھ میں مظاہر علوم میں تعلیم کی ابتدا ان کتابوں سے ہوئی شرح مأتہ عامل، صغریٰ، کبریٰ، آخر سال تک یہ تعلیمی سلسلہ کافیہ ابن حاجب اور شرح تہذیب تک پہونچ گیا تھا۔

تقریباً انیس سال کی عمر میں ۱۳۳۴ھ میں دورۂ حدیث پڑھا، دورۂ حدیث کے اصل استاذ تو آپ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ ہی تھے، لیکن کچھ کتابیں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمہ سے بھی پڑھیں جس کی وجہ سے دورۂ حدیث میں آپ مدرسہ کے باضابطہ طالب علم نہیں رہ سکے تھے، البتہ دورۂ حدیث سے پہلے ابتدائی کتب اور متوسطات آپ نے بڑی حد تک مدرسہ میں پڑھی تھیں، مظاہر علوم میں آپ کے اول استاذ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی اور شیخ الاسلام حضرت مولانا عبداللطیف صاحب پورقاضوی

تھے جن سے معقولات کی کتابیں بھی پڑھیں ان کے علاوہ یہ حضرات بھی آپ کے استاذ میں رہے ہیں، حضرت مولانا سید عنایت علی صاحب پورقاضوی، حضرت مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی، حضرت مولانا مفتی عنایت الٰہی صاحب سہارنپوری، حضرت مولانا شیخ علیہ الرحمہ کے اولین تلامذہ میں حضرت استاذ مفتی سعید احمد صاحب علیہ الرحمہ بھی تھے جو مظاہر علوم میں مفتی اعظم اور صدر مدرس بھی ہوئے۔

فراغت کے صرف چار ماہ بعد ۱۳۳۵ھ کے پہلے ہی مہینہ محرم الحرام میں مظاہر علوم کے درجات ابتدائی کے مدرس مقرر کئے گئے اور ماہ رجب ۱۳۴۱ھ میں استاذ حدیث بنا دیئے گئے جس کا سلسلہ ۱۳۸۸ھ تک (تقریباً سینتالیس سال تک) ممتد رہا، اس مدت میں سات سو انتالیس طالبان حدیث شریف نے آپ سے درس حدیث پڑھا۔

۱۳۷۰ھ میں دارالعلوم دیوبند کے رکن شوریٰ اور ۱۳۷۳ھ میں مظاہر علوم کے باضابطہ رکن شوریٰ نامزد ہو گئے تھے، ویسے وہ اپنی دوراندیشی اور فراست وتدبر کی بنا پر رکن شوریٰ مقرر ہونے سے پہلے بھی مدرسہ کے انتظام وانصرام میں کافی دخیل تھے۔

راقم السطور نے مدرسہ مظاہر علوم میں ۱۳۵۷ھ میں داخلہ لیا اور ۱۳۶۵ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت ہوئی جس کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث صاحب علیہ الرحمہ کو طویل زمانہ تک دیکھنے اور مدرسہ کے انتظام وانصرام میں ان کی اہمیت کا بذات خود مشاہدہ کیا ہے۔

اوپر لکھ آیا ہوں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی تدریس حدیث کی ابتداء ۱۳۴۱ھ اور انتہا ۱۳۸۸ھ میں ہوئی تھی جس کی مجموعی مدت تقریباً سینتالیس ہوتی ہے، اب اس مدت کا تجزیہ کیجئے تو یہ صورت سامنے آتی ہے کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ احقر کے داخلۂ مظاہر علوم سے سولہ سال پہلے مدرس حدیث ہو چکے تھے، اور احقر کی مظاہر علوم سے رخصت ہونے کے بعد مزید ۲۳ سال تدریس حدیث انجام دیتے رہے، اس تجزیہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ احقر نے

جس زمانے میں حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے حدیث پڑھی ہے اس وقت حضرت الاستاذ کی عمر شریف چوتھی اور پانچویں دہائی کے درمیان تھی یعنی تقریباً تینتالیس سال رہی ہوگی، حضرت کا بدن بھی اس وقت بھاری ہو چکا تھا لیکن اس کے باوجود رفتار اس درجہ تیز تھی کہ ساتھ چلنے والے آدمی کو دوڑنا ہی پڑتا تھا اور یہ کرشمہ تھا رفتار میں پیروی سنت کا کہ حدیث شریف میں حضور اقدس ﷺ کی رفتار کی کیفیت یہی بیان کی جاتی ہے کہ آپ ﷺ اس طرح چلتے تھے جیسے کوئی شخص کسی ڈھلوان راستہ پر چلتا ہو۔

زمانۂ تعلیم میں احقر کا قیام دارالطلبہ قدیم میں تھا اس لئے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دورہ حدیث سے پہلے نہیں ہوسکی تھی، دارالطلبہ قدیم میں استاذ الاستاذ صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری علیہ الرحمہ احقر کے اولین استاذ مظاہر علوم حضرت العلامہ اسعد اللہ صاحب علیہ الرحمہ کی شخصیات موجود تھیں اس لئے انہی حضرات کی خدمات میں حاضری ہوتی تھی۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے باقاعدہ و باضابطہ ربط و تعلق تو دورۂ حدیث ہی کے سال ہوسکا تھا لیکن اس سے پہلے بھی ۱۳۶۱ھ یا ۱۳۶۲ھ میں موقع ایسا آ گیا تھا جب حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ سے متعلق ایک روایت سننے کے لئے احقر کو طلب فرمایا تھا تو اس وقت حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے دارالمطالعہ و دارالتصنیف میں حاضری کی نوبت بھی آئی تھی جس کی تفصیل یہ ہے۔

۱۹۴۲ء کانگریس نے اپنی تحریک آزادی کو جواب تک ''اہنسا'' پر مبنی چلی آرہی تھی تشدد و تخریب کے ساتھ جوڑ کر پورے ملک میں ایک ''اندولن'' کی فضا پیدا کردی تھی جس کے نتیجہ میں کانگریسی لیڈروں کے ساتھی ہونے کی وجہ سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی علیہ الرحمہ دیوبند سے ایک سفر میں جاتے ہوئے سہارنپور کے درمیان ٹپری اسٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے تھے۔

حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ اس وقت حیات تھے، معمول کے مطابق بعد ظہر خانقاہ میں مجلس ہو رہی تھی جس میں مظاہر علوم کے دو طالب علم بھی حاضر تھے، ایک مولوی صوفی نذیر احمد سیالکوٹی تھے (جو برادر محترم مولانا حاجی صاحب علیہ الرحمہ کے ساتھی تھے) اور دوسرا احقر راقم السطور تھا۔

دوران مجلس سہارنپور سے آنے والی ٹرین سے کوئی صاحب مجلس میں آئے اور حضرت کو اطلاع دی کہ ابھی مولانا مدنی علیہ الرحمہ ٹپری اسٹیشن پر گرفتار کر لئے گئے اس خبر کے سنتے ہی مجلس میں سناٹا ہو گیا اور حضرت حکیم الامت اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر خاموش ہو گئے کچھ توقف کے بعد ارشاد فرمایا کہ "مجھے اس وقت یہ خبر سن کر دل میں ایک دھکا سا لگا باہم سیاسی اختلافات کی وجہ سے میں سمجھ رہا تھا کہ شاید مولوی حسین احمد سے محبت و تعلق میں کمی آگئی ہے لیکن اس وقت جو صدمہ ہوا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ محبت باقی ہے" (اس موقع پر یہ بات صاف کردی جائے کہ اس وقت کے معاشرہ میں القاب و آداب کے استعمال میں آج کل کی سی فراوانی مطلق نہ تھی یہ حضرات آپس میں ایک دوسرے کو مولوی ہی لکھتے اور کہتے تھے) حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کو جب اطلاع ہوئی کہ حضرت حکیم الامت کی اس مجلس میں مظاہر علوم کے بھی دو طالب علم موجود تھے جنہوں نے حضرت حکیم الامت علیہ الرحمہ کا یہ تأثر دیکھا اور یہ کلمات سنے ہیں تو حضرت نے باری باری ہم دونوں کو تصدیق روایت و حکایت کے لئے طلب فرمایا اسی مقصد سے حضرت کی خدمت میں یہ پہلی حاضری تھی۔

ہمارے اکابر علماء میں بیشتر تعداد ایسے ہی علماء کی ہے جن کی شہرت اہل علم کے طبقہ ہی میں محدود ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ یہ بھی حقیقت اور ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ان کثیر التعداد علماء میں چند حضرات ایسے ہیں جن کی شہرت اہل علم طبقہ کی حد سے نکل کر عامۂ اہل اسلام تک پہنچ گئی ہے جن میں یہ چار حضرات یقینی طور پر اس زمرہ میں پیش کئے جا سکتے ہیں۔

(۱) حضرت مولانا نور محمد صاحب حقانی لدھیانوی علیہ الرحمہ جو ۱۲۹۹ھ میں مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہوئے تھے جن کا تصنیف کردہ نورانی قاعدہ یوپی اور پنجاب کے بیشتر مکاتب ومدارس میں پڑھایا جاتا ہے بعد زمانہ کے زیر اثر بہت سے لوگ اب مصنف بزرگوار کے نام سے ناواقف ہیں۔

(۲) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ جن کی مشہور و معروف اور مقبول عام تصنیف بہشتی زیور ہے جو اہل اسلام کے بیشتر گھروں میں موجود ملتی ہے، (یہ دوسری بات ہے کہ ہر گھر میں اس کی تعلیم اور اس پر عمل کا اہتمام عام طور پر مفقود ہے)۔

(۳) مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی علیہ الرحمہ جن کی کتاب تعلیم الاسلام (چار حصے) اس درجہ مقبول ہے کہ اس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے نام سے مسلمانوں کے بچے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔

(۴) استاذ العلماء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث علیہ الرحمہ جنہیں ان کی تبلیغی کتابوں نے ان کی شہرت کو نہ صرف ملک ہندوستان میں بلکہ بیرون ہند کے بیشتر علاقوں تک پہنچادیا ہے ؎ زبان خلق کو نقارۂ خدا سمجھو

حضرت شیخ کی فقہی خدمات

حضرت شیخ الحدیث کی حدیث شریف کی خدمت میں انہماک کے ساتھ مشغولیت کو دیکھتے ہوئے بہت عجیب بلکہ بے جوڑ سی یہ بات لگتی ہے کہ آپ کی فقہی خدمات پر کچھ لکھنے کی ناکام کوشش کی جائے، حضرت شیخ کی مجموعی تدریس کا زمانہ انیسویں سال کی عمر سے شروع ہوکر عمر کے تہترویں سال تک تقریباً چونسٹھ سال ممتد رہا ہے، جس میں عام کتب کی تدریس صرف پانچ چھ سال کی قلیل مدت ہی تک رہی تھی تدریس حدیث اور مشغولیت حدیث کا زمانہ تقریباً اٹھاون سال رہا ہے، یہ طویل مدت آپ کی مشغولیت حدیث بالکل اس انداز پر گذری ہے جس کے لئے

عبدالماجد صاحب دریابادی نے بجا طور پر آپ کی مشہور تصنیف اوجز المسالک شرح موطا امام مالک پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب جو مدت دراز سے حدیث کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے ہوئے ہیں"۔ (ماخوذ از تبصرہ منقول از علماء کرام مظاہر اوران کی تصنیفات ص ۱۰۶ حصہ دوم)۔

ایسی صورت میں آپ کی فقہی خدمات پر مضمون لکھنے کے لئے آپ کی فقہی سراغ لگانا بظاہر آسان نہیں کہا جا سکتا لیکن علمی مذاکرات کے حضرات منتظمین نے فرمائش کی ہے تو تعمیل فرمائش تو بہرحال کرنی ہی پڑے گی۔

اوراس کی آسان صورت یہی ہوسکتی ہے کہ ہم اس پہلو پر نظر رکھتے ہوئے کہ حضرت شیخ جہاں ایک معتمد مدرس حدیث اور ایک عظیم درسگاہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث ہیں وہی آپ فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی علیہ الرحمہ کے شاگرد ومسترشد خاص حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحب کے تنہا وارث وجانشین اور وقت کے مشہور فقہیہ اور محدث عظیم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمہ کے خصوصی شاگرد بھی ہیں جن کی تربیت پر حضرت سہارنپوری علیہ الرحمہ نے اپنی خاص توجہ مرکوز کر رکھی تھی، ایسی صورت میں ہمیں یہ بھی غور کرنا ہوگا کہ کیا فقہ احناف کے ان عظیم اہل افتاء کے تفقہ کا کوئی حصہ ان کے مخصوص شاگرد حضرت شیخ الحدیث میں نہ آیا ہوگا جب کہ دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کے اولین تلامذہ میں استاذ حضرت قاری مفتی سعید احمد صاحبؒ جیسے شاگرد رشید کا نام ملتا ہے جس نے حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ سے ان کی تدریس کے پہلے سال میں قدوری پڑھی تھی اور پھر فن فقہ میں اتنا ملکہ اور تجربہ حاصل ہوگیا کہ وہی تلمیذ قدوری مظاہر علوم کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز ہوگیا اور صرف ایک یہی شاگرد بلکہ حضرت شیخ الحدیث صاحب کے ایک دوسرے شاگرد ومسترشد استاذی

المحترم حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہیؒ بھی مظاہر علوم میں پہلے نائب مفتی رہے احقر نے اسی دور میں ان سے قدوری اور بعد میں نورالانوار پڑھی ہے بعد کو یہی مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند میں صدر مفتی ہو کر مشہور و معروف ہوئے، اور پھر ان ہی حضرت شیخ کے تلمیذ اور مفتی محمود حسن صاحب علیہ الرحمہ کے تربیت دادہ مفتی محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ مظاہر علوم کے مفتی ہوئے (موصوف احقر راقم السطور کے از اول تا آخر ہم درس رہے ہیں) مثل مشہور ہے کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے''۔

چنانچہ حضرت شیخ الحدیث کے تلامذہ میں متعدد اصحاب افتاء قابل ذکر ہوئے جن میں سے تین حضرات کے اسماء گرامی اوپر مذکور ہوئے ان کے علاوہ مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی علیہ الرحمہ مفتی مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی، مفتی عبدالقیوم صاحب سابق مفتی مظاہر علوم، مفتی عبدالعزیز صاحب مرحوم سابق مفتی مظاہر علوم، مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدینہ مفتی دارالعلوم کورنگی کراچی، مفتی محمد وجیہ ٹانڈوی مہاجر پاکستان علیہ الرحمہ نے ٹنڈ والہ یار سندھ کے مدرسہ میں مدت دراز تک حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی شیخ الاسلام پاکستان کی نیابت کی (موخر الذکر دونوں حضرات احقر کے ہمدرس رہے ہیں، دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مفتی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب خیرآبادی اور کانپور کے مفتی منظور احمد صاحب بھی حضرت شیخ الحدیث کے فیض یافتہ اصحاب افتاء میں شمار کئے جائیں گے آخر میں برادر محترم مولانا مفتی عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ کا ذکر بھی کر دیا جائے (جو حضرت مصلح الامت کی خانقاہ کے مفتی تھے مولانا عبیداللہ بلیاوی کے ساتھی تھے)۔

پھر اسی کے ساتھ ساتھ دوسری بات بھی قابل غور ہے کہ کتاب و سنت اور فقہ میں جو بنیادی ربط و اتصال ہے اس کی بنا پر ناممکن ہے کہ کوئی مفسر قرآن یا شارح حدیث قرآن و حدیث کی تفسیر و تشریح کے دوران اپنے فقہی مسلک سے بے تعلق و دست بردار ہو کر اسے نظر انداز کر

دے اور صرف تفسیر وتشریح کرتے ہوئے بالا بالا گذر جائے۔

کتاب وسنت اور فقہ کے مابین پائے جانے والے اسی لزوم کا نتیجہ حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی مشہور و معروف شرح موطا امام مالک اوجز المسالک میں یہ ہوا کہ حضرت شیخ نے فقہی مذاہب کا بیان اس طور پر کیا کہ موطا امام مالک، موطا امام محمد کی نقش جمیل بنا کر اسے اپنے ساتھ مختار فقہی مسلک کے دلائل سے بالکل مذہب احناف کی تائیدی یادگار تصنیف بنا دیا جس نے ایک مشہور مالکی عرب عالم کو مجبوراً یوں داد دینے پر مجبور کر دیا کہ ''ھذا المصنف حنف الموطأ'' (اس مصنف نے تو موطا امام مالک کو بھی ترجمان احناف بنا دیا) موطا امام مالک کی اس شرح کا نام ''اوجز المسالک'' ہی اس حقیقت کی طرف اشارہ کے لئے کافی ہے کہ یہ کتاب فقہی مسالک کے تقابلی مطالعے کو دلائل کے ساتھ پیش کرنے کے لئے لکھی گئی ہے۔

اس محدود ومختصر مقالہ میں چونکہ حضرت شیخ الحدیث کی فقہی خدمات سے متعلق اور بھی مثالیں پیش کرنی ہیں اس لئے اوجز المسالک سے متعلق طول طویل بحث سے تعرض مناسب نہیں ہے تاہم علماء مظاہر علوم اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات اوجز المسالک کی چند خصوصیات نقل کی جاتی ہیں جس سے یہ حقیقت بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ''اوجز المسالک'' حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فقہی بصیرت پر ایک دستاویز کا درجہ رکھتی ہے۔

(۱) اوجز المسالک میں یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ ہر باب میں ائمہ اربعہ کا مذہب ان کی معتبر کتابوں سے نقل کیا گیا ہے۔

(۲) مذہب احناف کی وضاحت کے بعد اس پر متعدد مفصل دلائل دئے گئے ہیں۔

(۳) ہر باب میں تمام ضروری فقہی اور اصولی مباحث پر بہترین کلام کیا گیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی ایک اہم اور خاص تصنیف ''اختلاف الائمہ'' ہے جو ۱۳۴۶ھ میں ''المظاہر'' میں قسطوار شایع ہوئی تھی جسے رسالہ میں ملاحظہ فرما کر حکیم الامت حضرت

تھانوی علیہ الرحمہ نے مدیر رسالہ کو تحریر فرمایا تھا کہ اس اختلاف ائمہ کی مدح کے لئے یہ کافی ہے کہ اس ذات کا لکھا ہوا ہے جو حضرت مولانا سہارنپوری کی خدمت میں نہایت اعتبار کے ساتھ مدت طویلہ خدمت حدیث میں مشغول رہے فقط اشرف علی ربیع الاول ۱۳۴۷ھ۔

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب علیہ الرحمہ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند نے اس کتاب سے متعلق تحریر فرمایا تھا کہ: ''اس نوعیت کا میرے خیال میں اردو میں یہ پہلا مضمون ہے جو مدرسہ مظاہر علوم کے شیخ الحدیث کے قلم سے نکل رہا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کو کامیابی کے ساتھ تمام کو پہونچادے ۔ فقط

افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث کی یہ دقیق واہم تصنیف کما حقہ اتمام وتکمیل کو نہ پہونچ سکی ۱۳۹۱ھ میں المظاہر کی شائع شدہ قسطیں کتابی شکل میں شایع ہوئیں اور علمی حلقہ میں پسند کی گئیں جس کی وجہ سے ۱۳۹۵ھ میں حضرت شیخ نے اس کا استدراک لکھا جو عزیزم سید محمد شاہد سلمہ کے زیر انتظام شایع کیا جاچکا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث علیہ الرحمہ کی فقہی خدمات کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتب کی نشاندہی کافی ہوگی۔

(۱) ''داڑھی کا وجوب'' جس کا عربی میں ترجمہ مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مہاجر مدنی نے ''وجوب اعفاء اللحیہ'' کے نام سے کردیا ہے۔ (۲) رسالہ ''شریعت وطریقت کا تلازم''۔

(۳) ''اصول الحدیث علیٰ مذہب الحنفیۃ''۔ (۴) حواشی اصول الشاشی۔

(۵) حواشی ہدایہ، ان کے علاوہ حضرت شیخ کا ایک رسالہ ''امارت شرعیہ کی حقیقت'' فقہی روایات کے استقصاء وتتبع کی نہایت اہم اور دقیق دستاویز ہے جسے مولوی سید محمد شاہد سلمہ نے ''معارف شیخ'' نامی مجموعہ میں سرفہرست شائع کردیا ہے، جس کا مطالعہ فائدہ سے خالی نہیں۔